اجمل خان

پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

پروفیسر ڈاکٹر روبینہ شہناز

سابق صدر، شعبہ اُردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

خیبر پختون خوا کے اُردو افسانہ میں جغرافیائی حسن کا مطالعہ

Ajmal Khan
Scholar Phd Urdu, National University of Modern Languages, Islamabad.
Professor Dr. Rubina Shanaz
Ex Head, Department of Urdu, National University of Modern Languages, Islamabad.

The Study of Geoghraphical Beauty in Urdu Short Story of KPK
Apart from historical and geoghraphical importance, KPK is well known for its natural beauty and comeliness. Majority of the population now is linked with rurl style of life. Majority of the topics and characters in urdu literature are being extracted from th same rural life. The beauty of these villages is magical and the valleys are refreshing. The story writers and novelists of KPK have used these peregrination in their literature to generate an everlasting effects on their readers. They have used the stretched civilization and culture in their literature as a subject of priority. In most of their short stories the social and cultural traditions are presented in a very attractive manner. In these short stories which are written on rural background, mountains, rivers and the meadows are presented in a very beauteous manner.

غیور عوام کے مردم خیز سرزمین خیبر پختون خوا پر اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص مہربانیاں نچھاور کی ہیں۔ فلک بوس وبرف پوش پہاڑ، جھومتی گاتی ندیاں، سرد اور حسین چشمے، سدا بہار اشجار، سونا اُگلتی زرخیز زمین، لہلہاتے کھیت ،رس بھرے پھل ،اور پیار بھرے ملائم جذبات سے معمور دل شامل ہیں۔ یہاں کے لوگ فطرت سے قریب تر ہونے کے بنا ہر قسم کی ذہنی وفکری آلودگیوں سے پاک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں زندگی کی تمام مستیاں اور سر مستیاں جوبن پر ہوتی ہیں۔ زندگی کے دوسرے میدانوں میں ملکی اور بین الاقوامی سطح پر کارہائے نمایاں انجام دینے والے یہاں کے باسیوں نے ادب کے میدان میں بھی گراں قدر سرمائے کا اضافہ کیا ہے۔

خیبر پختونخوا کے افسانہ نگاروں کے افسانے منظر کشی کے عمدہ نمونے بھی ہیں اور مقامی رنگ کے نمائندگی بھی کرتے ہیں۔ بیشتر افسانہ نگاروں کے افسانے دیہاتی ماحول کے پس منظر میں لکھے گئے ہیں۔ لہٰذا گاؤں میں غروب اور طلوع آفتاب کے مناظر ،چاندنی راتوں میں چلنے والی لطیف ہواؤں اور لہلہاتے کھیتوں میں ترتیب فطرت سے کھلے ہوئے پھولوں کے مناظر ان کے افسانوں میں جا بجا بکھرے نظر آتے ہیں۔ شام کو گاؤں کے حجرے میں رقص و سرور کے محافل ،شادی بیاہ کے موقع،خوشی کے اظہار میں ہوائی فائرنگ کے مناظر ،ہل چلاتے اور پانی دیتے ہوئے کھیتوں کے سلسلوں کو خیبر پختونخوا کے افسانہ نگاروں کے افسانوں میں خصوصی جگہ حاصل ہے۔

تاریخی و جغرافیائی حیثیّت سے اہمیت کا حامل صوبہ خیبر پختونخوا اپنے قدرتی حسن ورعنائی اور دلکشی کے لیے بے پناہ شہرت رکھتا ہے۔ تہذیب و تمدّن کا گہوارہ ہونے کے ساتھ ساتھ ہر طرف موجود تاریخی اور ثقافتی آثار اس بات پر گواہ ہیں کہ کم از کم گذشتہ پانچ ہزار سال سے یہاں بھرپور انسانی زندگی موجود رہی ہے۔ موجودہ خیبر پختونخوا میں آبادی کا زیادہ تر حصّہ دیہات پر مشتمل ہے۔ خیبر پختونخوا کے اردو افسانہ نگاروں نے زیادہ تر اپنے موضوعات اور کردار اسی سے حاصل کئے اور اسی کو نمایاں کرنے کی سعی کی۔ بلاشبہ فطرت اپنے تمام بے ساختہ پن کے ساتھ دیہات میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ وہاں تصنع و بناوٹ نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ سادگی، ہمدردی اور خلوص جیسی خصوصیات دیہات کی زندگی کو شہری زندگی سے ممتاز کر دیتی ہے۔ دیہات کے لوگ زمین سے گہری وابستگی رکھتے ہیں۔ اس لیے ان کے زمینی رشتے بہت گہرے اور مضبوط ہوتے ہیں۔ ان کے انداز گفتگو، ملنا جلنا، اُٹھنا بیٹھنا اور کردار میں زمین کی بھینی بھینی خوشبو اور زرخیزی صاف محسوس کی جاسکتی ہے۔ وہاں کے اکثر لوگ ،معصوم، ملنسار، مہمان نواز اور تصنع سے مبرّا ہوتے ہیں۔

خیبر پختونخوا کو قدرت نے حسن و دلکشی اور رعنائی و زیبائی کے ان گنت رنگوں سے سجایا ہے۔ یہاں کے دیہات اور پہاڑی علاقوں کی فضائیں عطر بیز اور مناظر سحر انگیز ہیں۔ اس لیے جہاں یہاں کے بیشتر افسانہ نگاروں نے اپنے موضوعات اور کرداروں کا انتخاب اسی معاشرے سے کیا وہاں اپنے افسانوں کو پُر تاثیر اور فرحت انگیز بنانے کے لیے یہاں کے قدرتی مناظر اور جغرافیائی حسن سے اپنے افسانوں کو مزیّن کیا۔ سحر یوسف زئی نے اپنے افسانہ ’’مانکیال کا سایہ‘‘ میں خیبر پختونخوا کے ایک خوبصورت وادی ’’سوات‘‘ میں واقع چیڑ و چنار سے ڈھکی پہاڑی چوٹی ’’مانکیال‘‘ کا نقشہ کچھ اس انداز سے بیان کیا ہے کہ قاری نہ صرف اس حسن سے مسحور ہوتا ہے بلکہ وہ خود ان مناظر میں شریک ہو کر حسن کا متلاشی بن جاتا ہے۔

"پہاڑوں پر تازہ تازہ برف پڑی تھی، اور ان کے گرد ہلکے ہلکے بادل لپٹے ہوئے تھے۔ دور تک بادلوں کی نرم نرم چادر پھیلی ہوئی تھی۔ اور آفتاب کی کرنیں اس چادر کو چاک کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ یکایک بادلوں کی اس چادر کا ایک کونا ذرا سا سرکا اور مانکیال کے کنگرے چمک اُٹھے۔ پہاڑوں کی شہزادی مانکیال کی چوٹی رنگا رنگ برف کا تاج پہنے جھلمل جھلمل کرتی نظر آنے لگی۔"(۱)

سحر کے رومان پرور افسانوں کے کردار رومان پرور ماحول میں جنم لیتے ہیں۔ ان کے جذبات نگاری اکثر حسین مناظر کے پس منظر میں سامنے آتی ہے۔ اکثر کہانیوں کی ابتداء ہی حسین مناظر سے ہوتی ہے۔ کہیں کہانی کے ماحول میں تاثراتی فضاء میں بار بار حسین مناظر کا تذکرہ کہانی کو آگے بڑھانے میں معاونت کرتا ہے۔ لیکن یہ حسین مناظر کہانی کو کمزور نہیں کرتے بلکہ اور بھی توانا بناتے ہیں۔ کہی بھی یہ احساس نہیں ہوتا کہ مصنف نفسِ مضمون کے مکمل اظہار کی بے بسی کو چھپانے کے لیے منظر کشی کی خانہ پُری کر رہا ہے۔ ان کی کہانیاں سوات اور قبائلی علاقہ جات کے گرد گھومتی ہیں۔ ان علاقوں کو قدرت نے بے پناہ حسن سے نوزا ہے۔ یہی حسن وہ اپنے کہانیوں میں سمو کر پیش کرتے ہیں۔ خیبر پختون خوا کا ایک اور حقیقت نگار افسانہ نویس اشر آف حسین احمد جنہوں نے بڑی چابکدستی سے متنوّع موضوعات کو اپنے افسانوں میں سمویا ہے۔ ان کے ہاں شہری زندگی کی جھلک بھی ہے اور دیہاتی زندگی کے نقش گری بھی۔ وہ شہروں سے دیہات اور دیہات سے شہروں کی طرف اپنا سفر تخیّل جاری رکھتے ہیں۔ ہر دو زندگیوں کے مسائل وہاں کی معاشرتی جھلک اور خاص کر دیہات کی منظر نگاری کو اپنے افسانوں میں سمونے کی کوشش کی ہے۔ اپنے علاقائی حسن اور دیہات میں موجود ثقافتی روایات کے ساتھ ساتھ انہوں نے اپنے افسانہ "مِس اَپ" میں یہاں کے ایک دیہاتی علاقے اور سرسبز و شاداب پہاڑی سلسلے کی خوبصورتی کو بہترین الفاظ میں اپنے افسانے میں بیان کیا ہے۔ ملاحظہ ہو افسانہ "مِس اَپ" سے یہ اقتباس ملاحظہ ہو۔

"آگے بہت آگے، جہاں بلند و بالا پہاڑ تھے اور اُونچے اُونچے پہاڑوں پر چیڑھ، دیار، شاہ بلوط اور تنگ کے گھنے پیڑ تھے، مہکتی ہوئی اٹھکیلیاں کرتی ہوا تھی۔ گھنے درختوں کی گھنیری چھاؤں تھی، بجتے ہوئے نقرئی جھرنے تھے، بل کھاتی گنگناتی ندیاں تھیں، موجیں مارتے ہوىء دریا تھے اور پھیلا ہوا جنگل تھا اور جنگل میں درختوں کی ہری بھری ٹہنیوں پر ننھّی منّی چڑیاں

کد کڑے لگا رہی تھیں، پھدک رہی تھیں اور سبز مونگیا دوشالوں میں لپٹی شاخوں پر کوئلے کوک رہی تھیں، فاختائیں کو کو، کی صدائیں بلند کر رہی تھیں، اور چرندے چر رہے تھے اور درندے جیسے چرواہیں بنے بانسری کی مدھ بھری دھنوں پر الوہی نغمے بکھیر رہے تھے اور برگد کی گھنی ٹھنڈی چھتنار اور جھومتی لمبی چٹانوؤں کے بیچ ایک لاڈلا شہزادہ بیٹھا تھا۔"(۲)

اشر آف حسین احمد نے بیشتر افسانوں میں علاقائی ثقافت اور روایات پیش کرنے کی شعوری کوشش کی ہے۔ لیکن وہ مکمل طور پر مخصوص ثقافتی فضاء کا احاطہ نہیں کر سکے۔ پھر بھی دیہاتی مناظر، پُر پیچ وادیوں اور فلک بوس پہاڑوں اور جنگلات کے مناظر کو اپنے افسانوں میں سمونے کی بھرپور سعی کی ہے۔

طاہر آفریدی نے خیبر پختون خوا کی معاشرتی زندگی، لوگوں کے رہن سہن، رسوم و رواج اور قبائلی بود و باش کی صحیح ترجمانی کی ہے۔ ان کے افسانوں میں یہاں کی تہذیب اور روایات و حکایات کی جھلکیاں ہی نہیں ملتیں بلکہ ان سنگلاخ چٹانوں میں بسنے والوں کے جذبات و احساسات کے عکّاسی بھی ملتی ہے۔ طاہر نے اپنے افسانوں میں پشتون معاشرت کی عکاسی اپنے بھرپور انداز میں کرتے ہیں کہ زندگی کے حسن و قبیح کے سارے رنگ نکھر آتے ہیں۔ طاہر آفریدی کے افسانوں میں پشتون دیہاتی زندگی کا پورا منظر سامنے آتا ہے جو لوگ پشتون معاشرت سے واقفیّت رکھتے ہیں اُنہیں ان کی کہانیوں میں حقیقی زندگی رگ جاں کی طرح نظر آتی ہے۔ طاہر کے دیہاتی ماحول کے پس منظر میں لکھے گئے افسانوں میں انہوں نے یہاں کے پہاڑ، دریاؤں اور سبزہ زاروں کو بہت عمدہ اور دل کش انداز میں برتا ہے۔ ان کے افسانہ "متاعِ جاں" میں انہوں نے "پیتاو" اور "سیرل" نامی پہاڑوں کا ذکر کیا ہے اور ان کی لفظی عکس بندی دل فریب انداز میں کی ہے۔

"سامنے اُنچے پیتاو نامی پہاڑ کی ایک اُنچی چوٹی کے بالکل قریب ایک گڈریا اپنے بکریاں چرا رہا تھا اور ساتھ ہی گا بھی رہا تھا اور بانسری بھی بجا رہا تھا۔ دوسری طرف بائیں ہاتھ پر سیرل نامی پہاڑ جو سب سے اُنچا تھا اور گاؤں والوں کے لیے فخر و عزّت کا نشانہ تھا اس پر اب تک سورج کی روشنی نہ آئی تھی، وہاں پر کچھ ٹھنڈک کا احساس ہو رہا تھا۔ اس پہاڑ کے دامن میں ایک ٹھنڈا اور میٹھے پانی کا چشمہ بہہ رہا تھا۔ جہاں گرمیوں میں خاص طور پر گاؤں کے مویشیوں کے ساتھ بوڑھے، جوان اور بچّے ڈیرہ جمائے رہتے تھے۔"(۳)

مقامی رنگ کے افسانے ہماری افسانہ نگاری کے ہر دور میں لکھے گئے اور ہر دور میں یہ رجحان افسانے کے معنوی اور صوری ترقی کا ضامن بنا۔ طاہر نے اپنے افسانوں کو خوبصورت وادیوں، اُنچے پہاڑوں اور گنگناتے دریاؤں کے منظر کشی سے مزیّن کیا ہیں۔ ماحول کے تصویر کشی میں طاہر کو کمال حاصل ہے۔ وہ کہانی کے مزاج کے مطابق ماحول کا ایسا نقشہ پیش کرتے ہیں کہ قاری کا ذہن اس فضا سے مانوس ہو جاتا ہے۔ اکثر کہانی کے ابتداء میں جو ماحول پیش کیا جاتا ہے اس سے کافی حد تک قاری کو کہانی کے مزاج کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ قدرت نے کمال فیّاضی کے ساتھ خیبر پختون خوا کو چار موسموں سے نوازا ہے۔ جہاں چند میدانی علاقوں کے علاوہ موسم سال کے بیشتر مہینوں میں معتدل اور خوشگوار رہتا ہے۔ تاہم جولائی اور اگست کے مہینوں میں گرمی کے حدّت زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ اس طرح جنوری اور فروری کے مہینوں میں پہاڑی علاقہ جات پر شدید برف باری کی وجہ سے یخ بستہ ہوائیں چلتی ہیں ۔ سونا اُگلتی میدانی علاقوں کی زرخیز زمین پر لہلہاتے فصلوں، ٹھاٹھیں مارتے دریاؤں، اور فلک بوس و برف پوش پہاڑوں، گنگناتے آبشاروں اور چیڑ و چنار کے گھنے جنگلات کو یہاں کے افسانہ نگاروں نے اپنے تخلیقات میں کمال مہارت کے ساتھ برتا ہے۔ خزاں ہو کہ بہار، پت جڑ و برسات کے موسموں کی منظر کشی سے اپنے افسانوں کو نکھار بخشا ہے۔ طاہر آفریدی کے افسانے "متاعِ جاں" میں موسم بہار کا ایک خوب صورت منظر ملاحظہ ہو۔

> "موسم بہار گزر چکا تھا مگر آس پاس پہاڑوں پر بہار کے آثار ابھی تک باقی تھے۔ موسم بہار میں ان پہاڑوں پر اور پوری وادی پر ان کا اپنا قدرتی رنگ آجاتا ہے، اور ان پر ہر طرف ہریالی ہی ہریالی چھا جاتی ہے۔ جنگلی پھول ہر طرف مسکراتے ہیں۔ یہ پھول ہر صبح اس وادی اور پہاڑوں پر اپنی خوشبو بکھیرتے، بوٹی، جھاڑیاں اور درخت سب کے تنوں سے خوشبو کے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں۔ گھاس زمین کے سینے پر سبز رنگ کے خوب صورت قالین کی مانند بچھ جاتی ہیں جس پر بھیڑیں اور بکریاں چھلانگیں مارتی اُچھلتی کھودتی ہیں۔ پرندے قسم قسم کی بولیاں بولتے ہیں۔ تیتر۔ بٹیر۔ بُلبُل۔ کالے طوطے اور دیگر پرندے فضاء میں خوشیوں کے نغمے گاتے رہتے ہیں چکور اُنچی چوٹی پر چڑھ کر چکوروں اور دیگر پرندوں کو لڑنے کا چیلنج دیتے رہتے ہیں۔"(۴)

طاہر آفریدی کے افسانہ "متاعِ جاں" میں پشتونوں کی دیہاتی زندگی کے اسی رُخ کو پیش کیا گیا ہے۔ اس افسانے میں نوری کے ہاتھ میں درانتی ہوتی ہے۔ وہ اپنے خاندان کے دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر فصل بھی کاٹتی ہے جس سے اس کے نرم و نازک ہاتھ محنت طلب کام کر کے سخت اور کھردرے ہو جاتے ہیں۔ پشتون دیہاتوں کی یہ لڑکیاں اگرچہ حسن میں اپنی مثال آپ ہوتی ہیں۔ سرخ و سفید چہروں والی دوشیزائیں گھٹاؤں جیسی زلفوں کی بدلیوں میں چاند جیسی لگتی ہیں۔ خوبصورت رنگین پھول زلفوں میں سجا کر قیامت ڈھاتی ہیں۔ اس افسانے میں جہاں پہاڑ کا خوبصورت منظر پیش کیا گیا ہے تو چرند، پرند، گھاس پھونس، درختوں، چشموں اور سرسبزی و ہریالی اور دیگر فطرت کے لوازمات حسن کو پیش کیا گیا ہے وہاں اس حسن کے منظر کو دوبالا کرنے اور اسے حقیقت کا روپ دینے کے لیے شپون کے گیت گانے اور بانسری کی میٹھی، مدُھر اور سریلی آواز کو بھی پہاڑ کے اس حسین منظر میں جگہ دے دی گئی ہے۔

خیبر پختون خوا کے پہاڑی علاقہ جات میں موسم بہار کے رنگ خاص طور پر قابل دید ہوتے ہیں۔ مارچ اپریل کے مہینوں میں آمد بہار کی وجہ سے ہر سوں سبزہ ہی سبزہ نظر آتا ہے۔ درختوں کو نئی زندگی ملتی ہے اور پھل پھولوں کی رنگینی اور خوشبو ہر طرف پھیلی ہوئی نظر آتی ہیں۔ پہاڑوں پر برف پگھلنے کی وجہ سے آبشار اور ندی نالے پوری جوبن میں ہوتے ہیں۔ طاہر نے کمال مہارت کے ساتھ موسم بہار میں یہاں کے پرند چرند، بیل بوٹوں اور باسیوں کا نقشہ کھینچا ہے۔ خیبر پختون خوا کے ڈیرہ اسماعیل خان سے تعلق رکھنے والی پروفیسر صفیہ بشیر گنڈاپور نے اپنے افسانہ "زرغونہ" میں ضلع چارسدہ کے ایک دیہات کی موسم سرما کا ذکر کرتے ہوئے یہاں کے وسیع و عریض کھیت، پھلوں کے باغات اور سرسبز و شاداب نواحی علاقوں کی منظر کشی بہترین انداز میں کی ہے۔

> "وہ اوائل سرما کے خوب صورت دن تھے۔ ہوا میں ٹھنڈک اور خوشگوار خنکی تھی۔ ہماری گاڑی ہموار سڑک پر تیزی سے جا رہی تھی۔ اطراف میں آملوک، خوبانیوں اور آلوچوں کے باغات پھیلے ہوئے تھے۔ درخت سُرخ سُرخ پکے ہوئے آملوکوں کے بوجھ سے جھکے ہوئے تھے۔ جیسے سبز سبز پتّوں میں لاتعداد قمقمے روشن ہو۔ ساتھ ساتھ پانی کی چھوٹی بڑی نہریں تھیں۔ ہر طرف پانی، سبزہ، درخت، پھل، پھول، نیلا شفاف آسمان اور وسیع و عریض

کھیت یہ چارسدہ کا سر سبز و شاداب نواحی علاقہ تھا۔ جگہ جگہ قدرتی نظاروں کے بُہتات تھی۔"(۵)

صفیہ بشیر ادب برائے زندگی کے قائل ہے اور انہوں نے اپنے آفسانوں میں جدید دور کے روزمرہ مسائل کے ساتھ ساتھ معاشی مسائل کو بھی شامل کیا ہے۔ اس طرح لکھا کہ قاری دیہان افسانہ پڑھتے پڑھتے زندگی کے حقائق کی طرف خود بخود ہو جاتا ہے۔ اس افسانے کے ابتدائیہ میں صفیہ نے عمدگی سے دیہات کی موسم سرما کی منظر کشی کی ہے اور گرد و نواح کو بہترین انداز میں صفحہ قرطاس پر منتقل کیا ہے۔ مظہر گیلانی کے افسانوں نے بھی صوبہ خیبر پختون خوا میں اس صنف کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اُردو ادب کا استاد ہونے کے ساتھ ساتھ انہوں نے افسانوی دنیا میں بھی اپنی استادانہ مہارت کا سکّہ جمانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ اگر چہ ان کے افسانوں میں داستانوی رنگ نمایاں ہیں لیکن کہانی کا مرکزی کردار یا اساسی واقعہ ہمارے روزمرّہ زندگی ہی سے لیا ہے۔ مظہر کی خوبی یہ ہے کہ وہ الفاظ کے ذریعے چند جملوں میں ایسے نقش و نگار بناتے ہیں کہ قاری کردار کی اندرونی دنیا میں جھانک کر جذبوں کی گہرائی اور ماحولیاتی منظر کی گہرائی تک پہنچ جاتا ہے۔ انہوں نے اپنے افسانہ "بدنصیب سارہ" میں بخارہ کی ایک دیہاتی ماحول اور خوشگوار صبح کو بہترین الفاظ میں بیان کیا ہے۔

"آسمان صاف تھا۔ باد نسیم کے خوشگوار جھونکے مضمحل طبیعت کو گدگدا رہے تھے۔ دھلے دھلائے مخملی سبزے اور شفاف پتّوں پر سے نگاہیں پھسلی جا رہی تھیں۔ جگہ جگہ سبزے پر سفید اور پیلے رنگ کے پھول ایک عجیب سماں پیدا کر رہے تھے۔ دور پہاڑوں کے اُس پار آفتاب کی آتشیں شُعائیں، پہاڑوں کی جگمگاتی ہوئی فلک چوٹیاں نکھرے ہوئے آسمان کا دل آویز رنگ اور نسیم صبح کا پتّوں سے رگڑ کھا کر لطیف آواز پیدا کرنا ایک عجیب رومان افزا سماں پیدا کر رہا تھا۔"(۶)

مظہر کی فنکارانہ خوبی یہ ہے کہ کہانی کی غیر فطری فضاء میں اکتاہٹ کا احساس نہیں ہوتا۔ کہانی کا ابتدائیہ اور ماحولیاتی منظر کشی اتنی جاذب توجہ ہوتی ہے گویا قاری عملاً وہاں موجود ہو۔ بیان اور الفاظ اتنی پُر تاثیر ہوتے ہیں گویا انکھوں دیکھا حال سُنا رہے ہو۔ ان کی زیادہ تر کہانیاں قندھار، بخارہ، مصر، کھڈ، کیمبل پور، مکّہ معظمہ اور غرناطہ میں پروان چڑھتی ہیں۔ یوں وہ ابتداء ہی سے قاری کو اپنے صداقت کا یقین دلاتے ہیں۔ اس کے متجسس ذہن کو کہانی

کے ساتھ ساتھ ذہنی سفر کرنے میں لطف آتا ہے۔ یوں قاری مکمل طور پر کہانی میں ڈوب کر معاملے کی تہہ داریوں تک رسائی حاصل کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتا ہے۔

فہمیدہ اختر خیبر پختون خوا کے خواتین آفسانہ نگاروں میں سب سے معتبر نام ہے۔ ان کی افسانوں کی خصوصیت ان کا مقامی رنگ ہے ان کی کہانیاں زندگی کی کہانیاں ہیں۔ انہوں نے اپنی افسانوں کے ذریعے پشتون معاشرت، تہذیب و روایات اور اقدار سے ملک کے دوسرے علاقوں کے لوگوں کو روشناس کرانے میں اہم خدمات انجام دی ہیں۔ فہمیدہ اختر کو مری، نتھیا گلی اور قبائلی علاقہ جات کی جنّت نظیر وادیوں سے والہانہ پیار ہے۔ وہ اپنے قاری کو اپنے ہر افسانے میں حسین وادیوں کی سیر کراتی ہیں جہاں زندگی گنگناتی ہے، رومان پلتے ہیں۔ اس رومان پرور ماحول میں پلنے والی کہانیاں ان کے افسانوں کا موضوع ہیں جو کوہ سفید، شلوبھر، کھجوری، دریائے باڑہ، درہ خیبر، مولے کے پہاڑ، ٹنڈو پہاڑ اور قصّہ خوانی کے گرد گھومتی ہیں۔ خیبر پختون خوا کو اللہ تعالٰی نے بے پناہ قدرتی حسن سے نوازا ہے۔ مناظر قدرت کی عکّاسی فہمیدہ نے بڑے دل کش انداز میں کی ہے۔ ان کے بیشتر افسانے مسحور کن منظر کشی سے شروع ہوتے ہیں۔ ''ایک ٹھنڈا نور پھیل گیا'' کی منظر نگاری ملاحظہ ہو۔

> ''کئی دنوں کی بارش کے بعد سفید سفید بادل پھٹ چکے تھے اور سمٹتے سمٹتے چاروں طرف پھیلے ہوئے پہاڑوں کی چوٹیوں تک پہنچ کر یوں نظر آرہے تھے جیسے دھنکی ہوئی روئی بکھیر دی گئی ہو۔ آسمان کی نیلاہٹیں دھل کر اور نیلی ہو گئی تھیں۔ نازک اور خوش رنگ پھولوں، سرو اور چیڑ کے اُنچے اُنچے درختوں اور گاتے گنگناتے ہوئے چشموں کی بھیگی ہوئی وادی کے اُوپر رو پہلی دھوپ پھیل گئی تھی۔'' (۷)

اس افسانے میں اگرچہ خانہ ایک ایسی لڑکی ہے جو کہ خود تو اونچے طبقے سے تعلق رکھتی ہے۔ مگر اُسے یہ بھی احساس ہے کہ جاگیر دار طبقہ غریبوں کا استحصال کرتا ہے۔ چونکہ وہ یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی ہے اس لیے وہ غریبوں کے دُکھ درد کو محسوس کرتی ہے۔ وہ اس وقت کی منتظر ہوتی ہے جب سب انسان برابری کی سطح پر بات کر سکیں گے اور ایک ٹھنڈا نور ہر طرف پھیل جائے گا۔ رائے بیل، کرنے، گنڈیری، گلاب، چنبے کی کلیوں سے ان کی کہانیاں مہکتیں اور سیبوں، ناشپاتیوں اور نارنگیوں کے پیڑوں تلے پروان چڑھتی ہیں۔ ان افسانوں کی ہیروئنیں بھی قدرتی مناظر کا ایک شاہ کار حصّہ معلوم ہوتی ہیں۔

> "جب تھک جایا کروں گی تو سرو اور چیڑ کے شاداب درختوں میں دوڑتے بھاگتے اور اچھے گیت گاتے گاتے کسی مترنم چشمے کے کنارے رنگ برنگ کے تازہ پھولوں کی شبنمی چادر پر لیٹ جایا کروں گی۔ چشمے کا ترنم ------ یہ دل کش لوری ----- اور غم ناک ہوا کے جھونکے ---- یہ نرم اور نازک تھپکیاں ---- پھر میں بڑے اطمینان سے سوجایا کروں گی۔"(۸)

یہ رومانوی ماحول پشتو شاعری کے لیے بہت موزون ہے۔ٹپہ پشتو ادب اور کلچر کی جان ہے۔ان ٹپوں کے ذریعے پشتون ثقافت کے بہت سے پرت سامنے کھلتے ہیں۔ فہمیدہ نے اپنے افسانوں میں جابجا ٹپے استعمال کئے ہیں۔گو یہاں کہانی کی رفتار سُست پڑ جاتی ہے اور ٹپے نذیر احمد کے محاوروں کی طرح بوجھل محسوس ہوتے ہیں۔ لیکن قاری کے ذہن پر خوش گوار تاثر چھوڑتے ہیں۔

خیبر پختونخوا کے افسانہ نگاروں نے اپنی تخلیقات میں پختون خوا کے دامن میں پھیلی ہوئی دیہی معاشرت اور سماج کو بطور خاص موضوع بنایا ہے۔ ہماری ۸۰ فیصد آبادی ، شہروں سے دور دیہات میں بستی ہے جو کہ ہماری اقتصادیات میں ریڑھ کی ہڈی کی مانند ہے کیونکہ ہمارا پورا دیہاتی معاشرہ زرعی ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس خطہ کے افسانہ نویسوں نے ،اپنے افسانوں میں یہاں کا دیہاتی ماحول،کسان، حجرہ،فطری مناظر، پہاڑ، پودے، دریا، پگڈنڈیوں، کھیت کھلیان ،سادہ لوح دیہاتی افرادان کے غم محبت، بہادری، خودداری، خلوص، ایثار، مذہب، توہم پرستی، جرگوں، انتقام، رومان اور مسائل غرض تمام پہلوئے حیات کو اپنی تخلیقی کاوشوں میں چابکدستی سے پیش کیا ہے۔

حوالہ جات

۱. سحر یوسفزئی، مانکیال کا سایہ، مشمولہ: آگ اور سائے، مکتبہ میری لائبریری، لاہور، باراوّل:۱۹۶۷ء، ص:۱۴۵

۲. اشر آف حسین احمد، مِس اَپ، مشمولہ، اکاس بیلیں، احمد سلمان پبلی کیشنز، پشاور، ۱۹۹۱ء، ص:۱۴۳

۳. طاہر آفریدی، متاع جاں، مشمولہ: دیدن، بختیار اکیڈمی، کراچی، نومبر، دسمبر ۱۹۸۲ء، ص:۷۴

۴. طاہر آفریدی، متاع جاں، مشمولہ: دیدن، بختیار اکیڈمی، کراچی، نومبر، دسمبر ۱۹۸۲ء، ص:۷۶

۵. پروفیسر صفیہ بشیر گنڈاپور، زرغونہ، مشمولہ، زرغونہ، یوسفزئی پرنٹنگ پریس، مردان، ۱۹۹۹ء، ص:۵۸

۶. مظہر گیلانی، بدنصیب سارہ، مشمولہ بدنصیب سارہ، اُردو اکیڈمی، لاہور، س ن، ص: ۲۵

۷. فہمیدہ اختر، ایک ٹھنڈا نور پھیل گیا، مشمولہ، اپنے دیس میں، استقلال پریس، لاہور، ۱۹۶۱ء، ص:۷۵

۸. فہمیدہ اختر، ایک ٹھنڈا نور پھیل گیا، مشمولہ، اپنے دیس میں، استقلال پریس، لاہور، ۱۹۶۱ء، ص:۸۷